Al-Qawārīr - Vol: 03, Issue: 01,
Oct – Dec 2020

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
journal.al-qawarir.com

وقائع سیرت اور خواتین: ایک تجزیاتی مطالعہ

Women &Events of Sirah, An Analytical Study

Dr Syed Aziz ur Rahman*
Incharge: Regional Dawah Centre, IIUI, Karachi

Version of Record
Received: 10-11-21 **Accepted**: 26-12-21
Online/Print: 28-Dec-2021

ABSTRACT

Women are discussed many times in the Seerah, and it is from many references. It is a very important topic. It is necessary to separate these traditions with special features and analyze them and know their importance. This is an important aspect of Seerah. In this article these events have been discussed, whether it is from Meccan period of prophetic life or Medinan period. The incidents related to these female companions of Prophet Muhammad have been noted in the Seerah and their traditions have also been analyzed. It has been possible to mention only a few women in this article, further traditions of such women can be easily found.

Key words: *Seerah, Seerat ul Nabi, Traditions, Hadith, Sahabiyat, Woman.*

سیرت طیبہ کے بیان میں خواتین کا ذکر بار بار آتا ہے، اور کئی حوالوں سے آتا ہے۔ خواتین کا یہ تذکرہ نہایت اہم موضوع ہے، خصوصیت کے ساتھ ان روایات کو الگ کر کے ان کا تجزیہ کرنے اور ان کی اہمیت جاننے کے ضرورت ہے۔ یہ سیرت نگاری کا ایک اہم پہلو ہے۔ ہم نے ان سطور میں ان خواتین کا تذکرہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے، جن کا عہد نبوی میں، کسی نہ کسی حوالے سے ذکر آتا ہے۔ یہ خواتین عہد مکی میں بھی ملتی ہیں اور عہد مدنی میں بھی۔ ان خواتین صحابیات کے حوالے سے موجود واقعات سیرت درج کیے گئے ہیں اور ان کی روایات کا تجزیہ بھی کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں چند ہی خواتین کا ذکر ممکن ہو سکا ہے، ایسی خواتین کا مزید ذکر بھی بہ سہولت میسر آسکتا ہے۔ لیکن ان سطور میں بہ طور مثال اس موضوع کو پیش کرنا مقصود ہے، ان کا استقصا مقصود نہیں۔

حضرت آمنہ

نبی ٔمکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ اپنی وجاہت کے لحاظ سے نمایاں اور فائق حیثیت کی حامل تھیں۔ جب رسول اکرم ﷺ کے جدِ محترم جناب عبدالمطلب بہت سی ذمے داریوں، خصوصاً واقعہ ٔقربانی سے فارغ ہوگئے، تب انہیں اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کی شادی کا خیال آیا۔ قبیلہ بنی زہرہ شرافت نسبی میں نہایت ممتاز مقام کا حامل تھا۔ اس قبیلے میں وہب بن عبد مناف سے تعلق رکھنے والی جناب آمنہ، قریش کے تمام خاندانوں میں ممتاز حیثیت رکھتی تھیں، اس وقت وہ اپنے چچا وہیب بن عبد مناف کے پاس تھی، چناں چہ عبدالمطلب وہیب کے پاس گئے اور حضرت آمنہ سے حضرت عبداللہ کے نکاح کا پیغام دیا، جس کو انہوں نے منظور کرلیا اور عبدالمطلب نے خود اپنے نکاح کا پیغام حضرت آمنہ کے چچا وہیب کی لڑکی ہالہ کے لیے دیا جو رشتے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ ہیں۔ یہ دونوں نکاح ایک ہی مجلس میں پڑھے گئے۔ حضرت حمزہ انہیں (ہالہ) کے بطن سے ہیں جو رشتے کے اعتبار سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا بھی ہیں اور خالہ زاد بھائی بھی، اور آپ ﷺ کی پھوپھی صفیہ بھی ان ہی سے ہیں۔ [1]

حضرت آمنہ شرافت، عزت و وجاہت اور عفت و عصمت میں بے مثال تھیں، اور اپنی قوم میں اس وقت سیدۃ النساء یعنی تمام عورتوں کی سردار تھیں، اور طبری کے بہ قول وہ اپنے زمانے میں قریش کی سب سے زیادہ فضیلت مآب اور محترم خاتون تھیں۔ [2]

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے آپ کی والدہ ماجدہ نے دودھ پلایا۔ حضرت آمنہ پہلی خاتون ہیں، جن سے رسول اللہ ﷺ کا ذکر مبارک شروع ہوتا ہے، یعنی سیرت طیبہ کا آغاز ایک خاتون سے ہوتا ہے۔

حضرت ثویبہ

رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے دو تین دن اور دوسری روایت کے مطابق سات آٹھ روز بعد آپ کے چچا ابو لہب کی آزاد کردہ کنیز ثویبہ نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا۔ پھر حلیمہؓ سعدیہ نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا، جب ثویبہ نے آپ کے چچا ابو لہب کو آپ کی ولادت باسعادت کی خوش خبری سنائی تو ابو لہب نے اس خوشی میں اسی وقت ثویبہ کو آزاد کردیا۔ ثویبہ ہی نے آپ سے پہلے آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کو دودھ پلایا تھا۔ آپ ﷺ کے بعد ثویبہ نے ابو سلمہ کو دودھ پلایا جو ام سلمہ کے پہلے شوہر ہیں۔ اس لئے حضرت حمزہ اور ابو سلمہ دونوں آپ ﷺ کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔ ابو سلمہ کی وفات کے بعد ام سلمہؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں۔ ثویبہ کے لڑکے کا نام مسروح تھا، جس کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا تھا، وہ بھی آپ کے رضاعی بھائی ہوئے۔ [3]

اسی نسبت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ثویبہ کا بہت اکرام فرماتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے بعد ثویبہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں۔ ہجرت کے بعد بھی آپ ﷺ کبھی کبھی مدینہ منورہ سے ثویبہ کے لئے تحفہ بھیجتے۔ مکہ مکرمہ کی فتح کے بعد آپ نے ثویبہ اور ان کے بیٹے مسروح کے بارے میں دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ دونوں کا انتقال ہو چکا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کے

عزیزوں میں سے کوئی زندہ ہے تاکہ اس کے ساتھ کچھ حسن سلوک کیا جاسکے، تو معلوم ہوا کہ اس کے رشتہ داروں میں سے بھی کوئی زندہ نہیں ہے۔[4]

حضرت حلیمہ سعدیہؓ

اس زمانے میں عرب کے شریف اور خوش حال گھرانے اپنے شیر خوار بچوں کو قرب وجوار کے دیہات میں بھیج دیا کرتے تھے، تاکہ بچوں کی صحت شہر سے دور کھلی فضا میں اچھی رہے، اور بدوؤں میں رہ کر عربی زبان کی فصاحت بھی گھٹی میں پڑتی رہے۔ اس مقصد کے لئے دیہات کی عورتیں سال میں دو مرتبہ مکہ آیا کرتی تھیں اور شرفا کے بچوں کو اپنے ہم راہ لے جاتی تھیں۔ چناں چہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے چند روز بعد طائف کے مضافات سے کچھ دیہاتی عورتیں بچوں کی تلاش میں مکہ آئیں، ان میں قبیلہ سعد کی حلیمہ بنت ابو ذویب بھی تھیں۔ حضرت حلیمہؓ سعدیہ اپنے نام اور نسب کی طرح حلیم، وقار اور سعادت سے موصوف تھیں۔[5]

حضرت حلیمہؓ بنو سعد کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتی تھیں، ان کے والد کا نام ابو ذوئیب عبداللہ بن حارث تھا، ان کا تعلق بنو سعد بن بکر بن ہوازن کے قبیلے سے تھا، حضرت حلیمہؓ کے شوہر حارث بن عبدالعزی تھے، انہوں نے بچپن میں کئی برس آپ ﷺ کی دیکھ بھال کی، حضرت حلیمہ آپ ﷺ کی حیات میں تیسری اہم ترین خاتون ہیں۔

حضرت ام ایمن

جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۶ برس ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم راہ لے کر بنی عدی بن نجار میں اپنے ننہال مدینہ منورہ گئیں، اس سے قبل حضرت حلیمہ آپ ﷺ کو آپ کی والدہ کے سپرد کر چکی تھیں۔ وہاں ان کا قیام ایک ماہ تک رہا، جب وہ واپس ہوئیں، تو راستے میں مکے اور مدینے کے درمیان میں مقامِ ابوا میں حضرت آمنہ کا انتقال ہو گیا، اور وہ وہیں دفن ہوئیں۔ اس سفر میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی ام ایمن بھی ان کے ساتھ تھیں، جو آپ کو اپنے والد عبداللہ کے ترکے میں ملی تھیں، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر واپس مکہ آئیں۔ اور مکہ مکرمہ آکر ام ایمن نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے دادا عبدالمطلب کے سپرد کر دیا۔[6]

حضرت خدیجہؓ

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عرب کی نہایت سنجیدہ، باوقار اور نمایاں ترین تاجر خاتون تھیں، آپ کی تجارت اس قدر وسیع تھی کہ مرد بھی کم کم آپ کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی تجارت وغیرہ کے حالات سن کر اور ان کی تفصیلات جان کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے بات کی۔ ورقہ تورات وانجیل کے بڑے عالم تھے۔ ورقہ نے تمام گفت گو سن کر کہا کہ اگر یہ واقعات سچے ہیں تو پھر یقینا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کے نبی ہیں اور میں خوب جانتا ہوں کہ امت میں ایک نبی ہونے والے ہیں جن کا ہمیں انتظار ہے اور ان کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ یہ باتیں سن کر حضرت خدیجہؓ کے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کا شوق پیدا ہوا۔ چناں چہ حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ سے نکاح کا پیغام دیا۔ آپ نے اپنے چچا کے مشورہ سے اس کو قبول فرمالیا۔ مقررہ تاریخ پر

آپ اپنے چچا ابو طالب اور حضرت حمزہؓ اور خاندان کے دیگر افراد کے ہم راہ حضرت خدیجہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ نکاح کے وقت ابوطالب نے نہایت بلیغ خطبہ پڑھا۔[7]

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مہر کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں، ابن ہشام کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیس جوان اونٹ مہر میں دیئے تھے، مدارج النبوۃ میں ۴۰۰ مشقال سونے کا ذکر ہے، حلبی نے ۵۰۰ درھم کا ذکر کیا، زرقانی میں بھی ۵ سو درھم ہی کا قول مذکور ہے۔[8]

نکاح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۶ برس اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۴۰ برس تھی، آپ ﷺ کا یہ پہلا نکاح تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تیسرا۔[9]

حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کے نکاح میں ۲۵ سال زندہ رہیں۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا نہایت عزت واحترام سے ذکر فرماتے۔ نیز ان کی سہیلیوں سے بھی عزت وشفقت کا برتاؤ فرماتے۔ حضرت خدیجہؓ کا کردار اس عہد میں ایک فعال خاتون کا کردار تھا، ان کی وجاہت اور معاملہ فہمی ابتدائی دعوت اسلام کے مشکل ترین عہد میں نمایاں کردار ادا کیا، جس کا اظہار آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے بعد میں بھی فرمایا۔ عہد نبوی میں بعثت سے پہلے اور ہجرت مدینہ کے قریب بعثت کے بعد کے زمانے میں بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کردار نہایت فعال مگر خاموش ہم دم وہم راز کا کردار ہے۔

حضرت عائشہ

حیات طیبہ میں عملی اعتبار سے تو حضرت عائشہ مدنی عہد میں آتی ہیں، مگر روایات سیرت میں ان کا کردار روز اول سے واضح صورت میں موجود ہے۔ چناں چہ وحی اول، وحی کی کیفیت اور ابتدائی احکامات وغیرہ کی تفصیلات حضرت عائشہ سے منقول ہیں۔ تحنث کا ذکر کرتے ہوئے کہتی ہیں۔آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی۔ آپ ﷺ جو کچھ خواب میں دیکھتے اس کی تعبیر صبح صادق کی روشنی کی مانند بالکل ظاہر اور کھلی ہوئی ہوتی تھی۔ پھر آپؐ کو تنہائی محبوب بنادی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا (یہ کوہ حرا پر واقع ہے، آج کل اس پہاڑ کو جبل نور کہتے ہیں) میں جاکر کئی کئی دن عبادت میں مصروف رہتے۔ (اس عبادت کی کیا کیفیت ہوتی تھی اس کا کسی حدیث میں ذکر نہیں، حضرت عائشہؓ کی روایت میں تَحَنُّث کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنی تَعَبُّد کے ہیں) اور جتنے دن وہاں رہنے کا ارادہ ہوتا اتنے دنوں کا سامان خوراک ساتھ لے جاتے۔ جب کھانے پینے کا سامان ختم ہو جاتا تو گھر واپس آکر حضرت خدیجہؓ سے مزید چند روز کے لئے سامان خوراک تیار کراکر لے جاتے اور عبادت میں مشغول ہو جاتے، یہاں تک کہ اس غارِ حرا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حق یعنی وحی پہنچی اور ایک فرشتہ (جبرائیل امین) نے غار کے اندر آکر آپؐ سے کہا ''پڑھیئے'' آپؐ نے فرمایا کہ میں پڑھ نہیں سکتا۔ آپؐ نے بیان فرمایا کہ اس پر اس فرشتے نے مجھے دبوچ کر اس زور سے بھینچا کہ مجھے اس سے تکلیف محسوس ہونے لگی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھیئے۔ میں نے دوبارہ کہا کہ میں پڑھ نہیں سکتا۔ یہ سن کر اس نے مجھے پھر زور سے بھینچا اور کہا

کہ پڑھیے، میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھ نہیں سکتا اس پر اس نے تیسری مرتبہ مجھے آغوش میں لے کر خوب بھینچا۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا!

اقْرَأْ بِسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ O خَلَقَ الاْ نَسانَ مِنْ عَلَقٍ O اقْرأْ وَ رَبُّکَ اْلأَ کْرَمُ Oالَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَّمِ Oعَلَّمَ اْلا نْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ[10]

"اپنے پروردگار کے نام سے پڑھئے جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھئے اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی اور انسان کو سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔"

یہاں پہنچ کر وہ (جبرائیل امین) خاموش ہوگئے۔ اس کے بعد آپؐ گھر تشریف لائے تو آپ سخت سردی محسوس کر رہے تھے، اس لئے آتے ہی آپ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا۔ "مجھے اوڑھاؤ مجھے اڑھاؤ" کچھ دیر کے بعد جب طبیعت پر سکون ہوئی تو آپؐ نے تمام واقعہ حضرت خدیجہؓ سے بیان کیا اور فرمایا کہ اس سے مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہوا۔

حضرت خدیجہؓ نے تمام واقعہ سننے کے بعد کہا کہ "خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپؐ کو کبھی رنج نہ دے گا، آپ تو امانت ادا کرتے ہیں، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، آپ ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، آپ ناداروں کے لئے کماتے ہیں، آپ مہمان نوازی کرتے ہیں، آپ لوگوں کی ان حوادث پر مدد کرتے ہیں جو حق ہوتے ہیں۔[11]

اس کے بعد حضرت خدیجہؓ آپ کو اپنے ہم راہ لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ ورقہ نے آپؐ سے تمام واقعہ سنتے ہی کہا یہ وہی ناموس (فرشتہ) ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا تھا۔ کاش میں آپ کی نبوت کے زمانے میں قوی اور توانا ہوتا، کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپؐ کی قوم آپؐ کو وطن سے نکال دے گی۔ آپؐ نے تعجب سے فرمایا کہ کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا۔ بلاشبہ یہ آپؐ کو نکال دیں گے، کیوں کہ جب بھی کوئی آدمی اس قسم کی دعوت لے کر آیا جو آپؐ لے کر آئے ہیں تو لوگ اس کے دشمن ہوگئے۔ اگر میں نے آپؐ کا وہ زمانہ پایا تو میں آپؐ کی پرزور حمایت کروں گا۔ اس کے چند روز بعد ورقہ انتقال کر گئے۔[12]

ایک روایت میں ہے کہ چلتے وقت ورقہ نے آپ کے سر کو بوسہ دیا اور آپ گھر واپس آ گئے اور وحی کا آنا کچھ عرصے کے لیے رک گیا۔[13] تاکہ دل سے خوف و دہشت دور ہو جائے اور آئندہ کے لئے دل میں وحی کا شوق اور انتظار پیدا ہو جائے۔

ترمذی میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک بار حضرت خدیجہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ورقہ نے آپؐ کی نبوت ورسالت کی تصدیق کی لیکن اعلان نبوت سے پہلے ہی وفات پا گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ورقہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ سفید لباس میں ہے اگر وہ اہل نار سے ہوتے تو کسی اور لباس میں ہوتے۔ اور مسند بزار اور حاکم میں حضرت عائشہؓ سے ایک اور مرفوع روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ورقہ کو برا مت کہو، میں نے اس کے لیے جنت میں ایک باغ یا دو باغ دیکھے ہیں۔[14]

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت خدیجہؓ ہیں۔ جب آپؐ غار حرا سے تشریف لائے اور ان کو نزول وحی کی خبر دی تو وہ ایمان لائیں اور تصدیق کی اور اسی روز یعنی پیر کے دن شام کے وقت سب سے پہلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہم راہ نماز پڑھی۔ اس کے بعد دوسرے دن حضرت علیؓ جو کافی عرصہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تربیت تھے، دس سال کی عمر میں اسلام لائے اور آپؐ کے ہم راہ نماز پڑھی، جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے، حضرت علیؓ نے تقریباً ایک سال تک اپنے اسلام لانے کو اپنے والد ابوطالب سے چھپائے رکھا۔ حضرت علیؓ کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ اسلام لائے اور انہوں نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ [15]

یہ پوری روایت دو خواتین بل کہ امہات المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت خدیجہؓ پر مشتمل ہے، حضرت خدیجہؓ اس پورے مرحلے میں عملاً شریک رہیں اور حضرت عائشہؓ گو اس وقت موجود نہیں تھیں لیکن انہوں نے یقینا دوسرے راویوں سے سن کر یہ واقعات اکھٹے کیے اور ایک مربوط واقعے کی شکل دی، دیکھا جائے تو اس میں بہت سے واقعے ہیں، جنھیں ایک تسلسل کے ساتھ حضرت ائشہؓ نے ایک ہی روایت میں بیان کیا ہے۔ یہی اسلوب سیرت نگاری ہے، یہاں سے یہ اسلوب حضرت عروہ بن زبیر میں منتقل ہوا، پھر ان سے ابن شہاب زہری نے حاصل کیا اور بعد کے ائمہ حسن محمد بن اسحاق اور محمد بن عمر واقدی نے اس اسلوب سیرت نگاری کو آگے بڑھایا اور آج عملاً یہی اسلوب مروج ہے۔

حضرت سمیہ

حضرت سمیہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی والدہ تھیں اور ضعیف خاتون تھیں، وہ ابتدا ہی میں مسلمان ہوگئی تھیں وہ ابتدائی سات مسلمانوں میں شامل ہیں، ابنِ سعد نے سندِ صحیح کے ساتھ مجاہدؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ اسلام کی پہلی خاتون شہید ہیں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ ابو جہل نے چھوٹا نیزہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی ران میں مارا جو شرم گاہ کے آر پار ہوگیا، جس کی وجہ سے وہ شہید ہوگئیں۔ [16]

یوں اسلام میں پہلی خاتون شہید کا اعزاز ان کے نام ہے۔ اس واقعے میں یہ سبق بھی موجود ہے کہ خواتین عہد نبوی کے ابتدائی ایام ہی سے اپنے اپنے دائرے میں فعال کردار ادا کر رہی تھیں۔

ام جمیل بنتِ خطابؓ

وقائع سیرت میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت فاطمہ ام جمیل کا کردار بھی بہت اہم ہے، یہ بھی ابتدائی چند مسلمانوں میں سے ایک ہیں ان کا اہم ترین کردار ایک واقعے میں یوں سامنے آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب خفیہ دعوت و تبلیغ کے ذریعہ مسلمانوں کی تعداد اڑ تیس تک پہنچ گئی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہو کر تبلیغ کا سلسلہ شروع کرنے پر اصرار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکرؓ ابھی ہماری تعداد تھوڑی ہے۔ لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ مسلسل اصرار کرتے رہے، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر ہونے کا فیصلہ کرلیا، چناں چہ مسلمان مسجدِ حرام کی تمام جانب پھیل گئے، ان میں سے ہر شخص اپنے اپنے قبیلے میں تھا، پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے پاس تشریف فرما تھے، ابو بکر رضی اللہ عنہ پہلے خطیب ہیں جنھوں نے سب سے پہلے

اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی، یہ دیکھ کر مشرکین نے حضرت ابو بکرؓ اور دیگر مسلمانوں پر حملہ کر دیا، اور انہیں مسجد الحرام میں بری طرح مارا پیٹا، خاص کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو انہوں نے بہت مارا اور پاؤں تلے روندا، خصوصاً عتبہ بن ربیعہ نے ان پر بہت تشدد کیا، وہ آپؓ کو تسمہ دار جوتوں سے مارتا رہا، اور ان کے پیٹ پر چڑھ گیا، یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ کا چہرہ اور ناک پہچانی نہیں جاتی تھی، پھر بنو تیم (ابو بکرؓ کا قبیلہ) نے آکر ان کا دفاع کیا، پھر بنو تیم حضرت ابو بکرؓ کو اٹھا کر ان کے گھر لے گئے، اس وقت ابو بکرؓ کی یہ حالت تھی کہ لوگوں کو ان کی موت کے بارے میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا، چناں چہ بنو تیم نے واپس مسجد الحرام میں آکر اعلان کیا کہ اگر ابو بکرؓ فوت ہوگئے تو ہم عتبہ بن ربیعہ کو قتل کر دیں گے، پھر وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، حضرت ابو بکرؓ کے والد ابو قحافہؓ اور بنو تیم کے لوگ مسلسل ان سے بات چیت کی کوشش کرتے رہے، مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ شام کے قریب گفت گو کے قابل ہوئے، اور کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ یہ سن کر لوگ آپ کو ملامت کرنے لگے، لیکن حضرت ابو بکرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھتے رہے، ان کی والدہ کہنے لگیں کہ مجھے تمہارے ساتھی کے بارے میں کچھ علم نہیں، ابو بکرؓ نے کہا کہ آپ امِ جمیل بنتِ خطابؓ کے پاس جائیے اور ان سے پوچھ کر بتائیے، (امِ جمیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں جو اس وقت مسلمان ہو چکی تھیں) چناں چہ حضرت ابو بکرؓ کی والدہ امِ جمیلؓ کے پاس گئیں اور کہا کہ ابو بکرؓ محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال پوچھ رہا ہے۔ امِ جمیل کہنے لگیں کہ میں نہ تو ابو بکرؓ کو جانتی ہوں نہ محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو، ہاں اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے کے پاس چلی چلتی ہوں، انہوں نے کہا ٹھیک ہے، پس وہ حضرت ابو بکرؓ کی والدہ کے ہم راہ ان کے پاس آئیں تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تکلیف کی وجہ سے لیٹے ہوئے پایا، یہ حال دیکھ کر وہ غضب ناک ہو گئیں اور کہنے لگیں کہ جن لوگوں نے آپؓ کے ساتھ یہ سلوک کیا وہ فاسق و فاجر ہیں، اور مجھے یقین ہے کہ اللہ آپؓ کی طرف سے ان سے انتقام لے گا، پھر حضرت ابو بکرؓ نے ان سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ امِ جمیلؓ کہنے لگیں کہ آپؓ کی والدہ سن رہی ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان سے تمہیں کوئی اندیشہ نہیں، امِ جمیلؓ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں۔ انہوں نے پھر پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ امِ جمیلؓ نے بتایا کہ وہ دارِ ارقم میں ہیں، پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہو جاؤں گا، اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا، پھر کچھ دیر توقف کیا۔ جب حضرت ابو بکرؓ کے پیر میں کچھ آرام ہوا اور لوگ بھی پر سکون ہوگئے تو وہ نکلے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے ہی ان پر جھک گئے اور انہیں بوسہ دیا، دیگر مسلمان بھی ان پر جھک گئے، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی یہ حالت دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہوگئی، یہ دیکھ کر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے کوئی فکر نہیں، بس انہوں نے میرا چہرہ زخمی کر دیا ہے۔ یہ میری والدہ ہیں جو اپنے بیٹے کے ساتھ حسنِ سلوک کرتی ہیں، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، شاید اللہ تعالیٰ انہیں آپ کے ذریعہ آگ سے بچالے"۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی اور وہ اسلام لے آئیں۔[17]

یہاں دو خواتین کا کردار مذکور ہے۔ سب سے زیادہ تو حضرت ام جمیل رضی اللہ عنہا کا، دوسرا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ کا۔ جنہیں اس لمحے میں ایمان جیسی دولت نصیب ہوئی۔

حضرت اسماءؓ

سفر ہجرت، حیات طیبہ کا اہم ترین واقعہ ہے، اس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی حضرت اسماء کا کردار بھی اہمیت رکھتا ہے، چناں چہ ہجرت کی اجازت ملنے پر جب آپ ﷺ حضرت ابو بکر صدیق کے گھر تشریف لائے اور ان سے فرمایا کہ مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے، تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ! کیا مجھے ہم راہی کی اجازت ہے۔؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں ![18]

حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا میری ان دونوں سواریوں میں سے ایک آپؐ لے لیں، آپؐ نے فرمایا قیمت دے کر۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر ہم بہت جلدی میں ان کے لئے تیاری کرنے لگے، اور ایک تھیلی میں ہم نے ناشتہ بند کیا، اس تھیلی کا منہ حضرت اسماءؓ نے اپنے نطاق (کمر بند) سے ایک ٹکڑا کاٹ کر باندھ دیا۔ (اس زمانے میں عورتیں اپنی کمر میں ایک کپڑا باندھا کرتی تھیں اس کو نطاق کہتے تھے) اسی وجہ سے حضرت اسماءؓ کو ذات النطاقین (دو کمر بند والی) کہتے ہیں۔[19]

حضرت اسماءؓ کا کردار سیرت طیبہ میں یہاں سے شروع ہوتا ہے، پھر عروہ بن زبیر ان ہی کے صاحب زادے ہیں، جو سیرت پر پہلی کتاب کے مولف قرار دیے جاتے ہیں۔

ام معبدؓ

روایت کے مطابق سفر کے دوران آپ ﷺ کا گزر قدید میں واقع ام معبد عاتکہ بنت خالد خزاعی کے خیمے پر ہوا۔ یہاں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امِ معبد سے گوشت اور کھجور (اور ایک روایت کے مطابق دودھ وغیرہ کھانے پینے کی اشیاء) کے بارے میں پوچھا تاکہ اسے خرید سکیں۔ اس نے جواب دیا کہ اگر کھانے کی کوئی چیز ہوتی تو میں آپؐ کے دریافت فرمانے سے پہلے ہی پیش کر دیتی، کیوں کہ ان دنوں وہ قحط سالی کا شکار تھے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کے بارے میں پوچھا اس نے اس کا بھی انکار کیا، پھر آپؐ نے خیمہ کے ایک گوشے میں ایک دبلی پتلی بکری کھڑی ہوئی دیکھی، آپؐ نے پوچھا اس میں دودھ ہے، ام معبد نے کہا یہ بہت کمزور ہے دودھ دینے سے قاصر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اجازت ہو تو میں اسے دوہ لوں؟ ام معبد نے کہا کہ اگر آپؐ کو دودھ معلوم ہوتا ہے تو ضرور دوہ لیجئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کہہ کر بکری پر ہاتھ پھیرا، پھر بسم اللہ پڑھ کر بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا۔ اور فرمایا اے اللہ ام معبد کی اس بکری میں برکت عطا فرما۔ اس کے ساتھ ہی تھن دودھ سے بھر گئے۔ آپؐ نے ام معبد سے دودھ کے لئے برتن طلب فرمایا، پھر آپؐ نے دودھ دوہا تو برتن دودھ سے بھر گیا یہ دودھ آپؐ نے ام معبد اور اپنے ساتھیوں کو پلایا پھر سب سے آخر میں آپؐ نے دودھ نوش فرمایا اور فرمایا کہ قوم کو پلانے والا آخر میں پیتا ہے، پھر دوسری مرتبہ دودھ دوہا اس بار بھی برتن دودھ سے بھر گیا۔ یہ دودھ ام معبد کے لئے چھوڑ دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے روانہ ہوگئے۔ کچھ دیر بعد ام معبد کا شوہر ابو معبد جنگل سے بکریاں چرا کر واپس آیا تو وہ دودھ سے بھرا برتن دیکھ کر حیران ہوگیا۔ تعجب سے پوچھا کہ گھر میں تو کوئی دودھ والی بکری نہیں تھی پھر یہ دودھ کہاں سے آیا۔ ام معبد نے کہا کہ ایک بابرکت شخص یہاں آیا تھا یہ اسی کی برکت ہے۔ پھر اس نے تمام

واقعہ اپنے شوہر سے بیان کیا، اس پر ابو معبد نے کہا کہ خدا کی قسم یہ وہی شخص ہو گا جس کی تلاش و جستجو میں قریش سر گرداں ہیں۔ میں ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔[20]

دوسری روایت میں ہے کہ امِ معبد کے شوہر نے ان سے کہا کہ اس مبارک شخصیت کا حلیہ بیان کرو، پھر امِ معبد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کیا، انہوں نے کہا وہ خوبصورت وروشن چہرے اور متناسب ساخت والے تھے، نہ پیٹ نکلا ہوا، نہ سر چھوٹا، خوبصورت و حسین آنکھیں کشادہ و سیاہ لمبے ابرو، آواز میں لطافت، گردن لمبی، آنکھوں کی پتلیاں بالکل کالی اور ڈھیلے نہایت سفید تھے، آنکھیں سرمگیں تھیں، بھویں لمبی اور باریک مگر ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھیں، بال بالکل سیاہ، خاموش رہیں تو پروقار نظر آئیں اور گفت گو کریں تو دل موہ لیں، دور سے دیکھنے پر لوگوں میں سب سے زیادہ حسین و خوش نما نظر آئیں اور قریب سے ملاقات ہو تو سب سے زیادہ دلنشین محسوس ہوں، گفت گو شیریں اور واضح نہ کم سخن نہ بسیار گو، ان کی گفت گو پروئے ہوئے موتیوں کی مانند (مربوط و دلکش) میانہ قد جو آنکھوں کو نہ تو چھوٹے پن کی وجہ سے برا معلوم ہو نہ لمبے ہونے کی وجہ سے بدنما لگے، (گویا کہ) دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ ہے۔ جو خوش کن منظر پیش کرتی ہے، اور مرتبے کے لحاظ سے ان میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ ان کے ساتھی ان کے گرد دائرہ باندھے ہوئے، جب وہ کچھ کہے تو سب سراپا گوش بن جائیں اور اگر حکم دے تو تعمیل میں ایک دوسرے پر سبقت پانے کی کوشش کریں، سب کا مخدوم اور سب کا مرجع نہ ترش رو نہ ہی تند خو۔[21] الفاظ کی ترتیب اور تھوڑے فرق سے یہ روایت سیرت ابن کثیر، زرقانی اور عیون الاثر میں بھی ہے۔[22]

حضرت ام سلمہ

صلح حدیبیہ کا واقعہ بھی سیرت میں بہت اہمیت رکھتا ہے، اس کی بہت سی تفصیلات ہیں، مگر اس میں ایک واقعہ ام المومنین حضرت ام سلمہ کی بصیرت کا غماز ہے۔ جب صلح کے لیے تیاری ہوئی اور صلح نامہ لکھا جاچکا تو اب احرام سے باہر آنے کا مرحلہ تھا۔ حضرت مسورؓ کہتے ہیں کہ صلح نامے کی تحریر سے فارغ ہو کر آپؐ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا اٹھو قربانی کرو پھر سر منڈواؤ۔ پس خدا کی قسم آپؐ نے یہ بات تین دفعہ کہی، مگر ان میں سے ایک آدمی بھی نہ اٹھا۔ پھر جب صحابہؓ میں سے ایک آدمی بھی نہ اٹھا تو آپؐ نے حضرت ام سلمہؓ کے پاس جاکر ان سے یہ واقعہ بیان کیا جو لوگوں سے آپؐ کو پیش آیا تھا۔ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبیؐ اگر آپؐ یہ بات پسند کرتے ہیں تو باہر تشریف لے جائیں اور ان میں سے کسی سے بات نہ کریں بلکہ اپنی قربانی کا جانور ذبح کر کے سر مونڈنے والے کو بلائیں تاکہ وہ آپؐ کا سر مونڈ دے۔

پس آپؐ باہر تشریف لائے اور ان میں سے کسی سے کوئی بات نہیں کی، یہاں تک کہ آپؐ نے اپنی قربانی کے جانور کو ذبح کیا اور سر مونڈنے والے کو بلا کر سر منڈوایا۔ جب صحابہؓ نے یہ دیکھا تو وہ بھی اٹھ کر اپنی اپنی قربانی کے جانور کو ذبح کرنے لگے، اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے قریب تھا کہ (رش کی وجہ سے) ایک دوسرے سے لڑ پڑیں۔[23]

اندازہ کیجیے کتنے اہم مرحلے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بصیرت نے آگے بڑھ کر مسئلے کا حل سمجھایا اور صورت حال بہتر ہو سکی۔

حضرت صفیہ

آپ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ کا خاص طور پر غزوۂ خندق میں نہایت اہم کردار ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف نکلے تو آپ نے اپنی عورتوں اور اپنی پھوپھی صفیہ کو ایک چھوٹے قلعے میں بھیج دیا۔ ان کے ساتھ حسان بن ثابت بھی تھے۔ ایک یہودی اس قلعے کے گرد گھومتا ہوا نظر آیا۔ حضرت صفیہ نے حضرت حسان سے کہا کہ مجھے اس یہودی کی طرف سے اندیشہ ہے کہ یہ دشمن کو یہاں پناہ گزیں عورتوں کے بارے میں مطلع کر دے گا اور دشمن ہم پر حملہ کر دے گا۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم نیچے اتر کر اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دو۔ حضرت حسان نے کہا کہ اللہ تیری مغفرت فرمائے، اے عبدالمطلب کی بیٹی! تمہیں معلوم ہے کہ میں اس کام کا آدمی نہیں ہوں۔

حضرت صفیہ کہتی ہیں کہ جب میں حضرت حسان کی طرف سے مایوس ہو گئی تو میں نے ایک موٹا ڈنڈا اٹھایا اور قلعے سے نیچے اتر گئی۔ پھر قلعے کا دروازہ کھول کر خاموشی سے اس کے پیچھے گئی اور اچانک اس کے سر پر شدید ضرب لگائی حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ پھر میں قلعے میں واپس آئی اور حسان سے کہا کہ اب تم نیچے جا کر اس کا سامان یعنی کپڑے اور ہتھیار وغیرہ اتار کر لے آؤ۔ میں نے خود یہ کام اس لئے نہیں کیا کہ وہ غیر مرد ہے۔ حضرت حسان نے جواب دیا کہ مجھے اس کے ہتھیاروں وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔[24]

ام عمارہ نسیبہ بنت کعب

ام عمارہ نسیبہ بنت کعب نے غزوہ احد میں شرکت کی تھی، اور جنگ میں بھی حصہ لیا تھا۔ وہ غزوۂ احد میں اپنی شرکت کا واقعہ اس طرح بیان کرتی ہیں:

> " فلما انهزم المسلمون اتحزت الى رسول الله ﷺ فجعلت اباشر القتال، واذب عن رسول الله ﷺ بالسيف وارمى بالقوس حتى خلصت الى الجراح ----قيل ابن قيمنة وقد ولى الناس عن رسول الله ﷺ يصبح، دلونى على محمد فلا تجوت ان نجا، فاعترض له مصعب بن عمير وناس معه، فكت فبهم فضربنى هذه الضربة ولقد ضربة على ذالک ضربات، ولكن عدوالله كان عليه درعان"[25]

میں دن کے آغاز ہی میں احد کی طرف روانہ ہو گئی، میرے ساتھ میرا مشکیزہ تھا جس میں پانی تھا۔ میں لوگوں کی کارگذاری دیکھتی جا رہی تھیں۔ میں رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچی، اس وقت آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ تھے اور مسلمانوں کو غلبہ و فتح حاصل ہو رہی تھی۔ جب (رسول اکرم ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کے سبب) مسلمانوں کو شکست ہوئی تو میں بھی میدانِ قتال میں کود پڑی اور باقاعدہ لڑنے لگی اور رسول اکرم ﷺ کا دفاع تلوار سے کرتی رہی اور کمان سے تیر چلاتی رہی۔ یہاں تک زخموں نے مجھے نڈھال کر دیا۔ مجاہدین اسلام رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر پسپا ہو گئے تھے۔ اسی دوران دشمن اسلام ابن قمیہ (عبداللہ بن قمیہ) چیختا ہوا حملہ آور ہوا کہ مجھے محمد ﷺ کا پتہ بتاؤ وہ بچ گئے تو میں نہیں بچوں گا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ نے کچھ مجاہدین کے ساتھ اس کا راستہ کاٹا۔ ان مجاہدین میں

میں بھی تھی۔ اس نے مجھ پر یہ وار کیا (جس نے ان کے شانے پر بہت گہرا زخم لگا دیا)۔ میں نے بھی اس پر متعدد ضربیں تلوار سے لگائیں لیکن دشمنِ خدا نے دو دو زرہیں پہن رکھی تھی (للذا میری ضربوں نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا)

حضرت فاطمہؓ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سیرت میں کردار مکی عہد سے ہی نظر آتا ہے، مگر یہاں آپ ﷺ کی وفات کا واقعہ پیش کرنا مقصود ہے، وفات والے روز آپ ﷺ نے اپنی پیاری صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو بلایا۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات میں حضرت فاطمہؓ کو بلایا اور آہستہ سے ان سے کوئی بات کہی، جس پر وہ رونے لگیں۔ پھر دوبارہ آہستہ سے کوئی بات کہی، جس پر وہ ہنسنے لگیں۔ پھر ہم نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ آپؐ کی وفات اسی مرض میں ہو جائے گی۔ یہ سن کر میں رونے لگی۔ دوسری مرتبہ جب آپؐ نے مجھ سے سرگوشی کی تو یہ فرمایا کہ آپؐ کے گھر کے افراد میں سب سے پہلے میں ہی آپؐ سے جاملوں گی تو اس پر میں ہنسی تھی۔[26]

حضرت عائشہؓ

وفات کے موقع پر حضرت عائشہ کا کردار سب سے زیادہ نظر آتا ہے، چناں چہ خود ان ہی سے مروی ہے کہ ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپؐ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کے ہاتھ میں ایک تازہ مسواک تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کی طرف دیکھ رہے تھے، چناں چہ میں نے ان سے مسواک لے لی اور اسے اپنے دانتوں سے چبا کر اچھی طرح جھاڑنے اور صاف کرنے کے بعد آپؐ کو دے دی۔ آپؐ نے وہ مسواک استعمال کی اور جتنے عمدہ طریقے سے اس وقت آپؐ مسواک کر رہے تھے، اس سے پہلے میں نے آپؐ کو اتنی اچھی مسواک کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مسواک سے فارغ ہو کر آپؐ نے اپنا ہاتھ یا انگلی اٹھائی اور تین مرتبہ فرمایا "فی الرفیق الاعلیٰ" اسی وقت جسم اطہر سے روح انور پرواز کر گئی۔ اناللّٰہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپؐ کا سر مبارک میری ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان میں تھا۔[27]

غزوہ خیبر اور خواتین

غزوۂ خیبر میں بھی اور اس کے علاوہ بھی خواتین اپنے دائرے میں خدمات پیش کرتی رہی ہیں۔ چناں چہ حشرج بن زیاد الاشجعی روایت کرتے ہیں کہ میری دادی نے بیان کیا کہ میں غزوۂ خیبر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ہم راہ نکلی، میں (خیبر کی طرف نکلنے والی چھ عورتوں میں سے) چھٹی عورت تھی، رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ آپ کے ہم راہ خواتین بھی ہیں تو آپ نے ہماری طرف پیغام بھیجا کہ تم کیوں اور کس کے حکم سے نکلی ہو؟ ہم نے عرض کیا: ہم اس لئے نکلی ہیں کہ ہم تیر لا کر دیں گی، لوگوں کو ستو پلائیں گی، ہمارے پاس زخمیوں کے علاج کا سامان بھی ہے، ہم بال کاتیں گی اور اس کے ذریعے اللہ کی راہ میں معاونت کریں گی، آپ نے فرمایا: اٹھو، واپس

جائو، (بعد ازاں انہیں ساتھ جانے کی اجازت مرحمت فرمادی چناں چہ) جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیبر پر فتح فرمائی، آپ نے مردوں کی طرح ہمارے بھی حصے نکالے۔ میں نے دادی سے پوچھا: تمہارا کیا حصہ نکالا گیا، میرے دادی نے کہا: کھجوریں۔[28]

امیہ بنت ابی الصلت بنو غفار کی ایک خاتون سے (راوی جس کا نام بھول گئے) روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں بنو غفار کی چند خواتین کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ کے ساتھ خیبر کی طرف جانا چاہتی ہیں، ہم زخمیوں کا علاج کریں گی اور مسلمانوں کی ممکنہ مدد کریں گی، آپ نے فرمایا: اللہ کے برکت سے چلو، ہم آپ کے ساتھ روانہ ہوئیں، میں کم سن لڑکی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی اونٹنی کے پالان کی کاٹھی پر اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ صبح کے وقت آپ نے اپنی سواری کو بٹھایا تو میں نے دیکھا کاٹھی پر میرے خون کا نشان تھا، میں شرم سے سمٹ گئی، رسول اللہ ﷺ نے میری کیفیت ملاحظہ فرمائی اور خون کا نشان دیکھا تو آپ نے مجھے نمک ملے پانی سے طہارت حاصل کرنے اور کاٹھی دھونے کا حکم دیا اور اپنی سواری کی طرف چلے جانے کے لئے فرمایا۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے خیبر کو فتح فرمادیا، آپؐ نے ہمیں بغیر حصہ نکالے کچھ عطا فرمادیا، اور تم میرے گلے میں جو ہار دیکھ رہے ہو یہ آپ نے مجھے عطا فرمایا اور اپنے ہاتھوں سے میرے گلے میں ڈالا، اللہ کی قسم! میں اسے اپنے گلے سے کبھی الگ نہیں کروں گی، یہ ہار موت تک ان کے گلے میں رہا اور انہوں نے اسے قبر میں اپنے ساتھ دفن کرنے کی وصیت کی، اور وہ ہمیشہ غسلِ طہارت کے پانی میں نمک ملاتی تھیں اور یہ وصیت کی کہ ان کی میت کو جس پانی سے غسل دیا جائے اس میں نمک بھی ملایا جائے۔[29]

خلاصہ

ان تمام واقعات کے پیش کرنے سے مقصود یہ ہے کہ وقائع سیرت میں خواتین کے کردار کو سامنے لایا جاسکے، اس تفصیل سے چند نکات نمایاں ہو کر سامنے آتے ہیں۔

ا۔ حیات طیبہ میں خواتین کا کردار ہر ہر موڑ پر نظر آتا ہے۔

۲۔ عرب معاشرے میں جہاں ایک جانب خواتین کے ساتھ بدسلوکی کی مثالیں عام تھیں، وہیں بہت سی خواتین نہایت جرأت اور حوصلہ مندی کے ساتھ اپنا فعال اور سرگرم کردار بھی رکھتی تھیں، جن کی تجارتی اور سماجی مثالیں سیرت طیبہ میں موجود ہیں۔

۳۔ حیات طیبہ میں مکی عہد میں ابتدا ہی سے مسلمان ہونے والے افراد میں مردوں کے ساتھ خواتین بھی نظر آتی ہیں۔

۴۔ قربانیاں دینے، حتی کہ اپنی جان تک قربان کرنے والوں میں بھی خواتین موجود ہیں۔

۵۔ غزوات کے میدانوں میں بھی خواتین کو ان کے مزاج کے مطابق ذمے داریاں دی گئیں

۶۔ خواتین کا کردار محض عملی نوعیت کا نہیں تھا، وہ اپنی حکمت اور بصیرت سے مشوروں میں بھی شریک تھیں اور رسول اللہ ﷺ انہیں اپنے مشوروں میں اہتمام کے ساتھ شریک رکھتے تھے۔

۷۔آپ ﷺ نے خواتین کو اپنی ذمے داریاں دیں، جو ان کی صلاحیت کے ساتھ ان کی جسمانی حیثیت کے مطابق ہوں۔

یہ امور آج بھی ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔

حواشی، حوالہ جات

---

[1] السہیلی، عبدالرحمن بن عبداللہ، الروض الانف، دارالمعرفہ، بیروت ۱۹۷۸ء: ج۱، ص۱۷۹۔ ابن کثیر، عمادالدین، السیرۃ النبویہ، داراحیاء التراث العربی، بیروت: ج۱، ص۱۷۷

Al-Suhaylī, ʿAbd Al-Raḥmān ʾIbn ʿAbdullāh ʾIbn ʾAḥmed ʾIbn Abī ʾAl-Ḥasan Al-Khathʿamī. *Al-Rawḍ Al-ʾUnf Fī Tafsīr Al-Sīrat Al-Nabawiyyah Li LI ʾbn Hishām*. Beirut: Dār Al-Maʿrifah, 1978, vol 1, p179. ʾIbn Kathīr, ʿImād Al-Dīn ʾAbū Al-Fidāʾ ʾIsmāʿīl ʾIbn ʿUmar Al-Qarashī Al-Dimashqī. *Al-Bidāya Wa A-Nihāya*. Egypt: Maktaba Al-Saʿāda, 1932. Vol1, p 177.

[2] ابن کثیر، عمادالدین، السیرۃ النبویہ، داراحیاء التراث العربی، بیروت: ج۱، ص۱۷۷۔ اردو دائرہ معارف الاسلامیہ: جلد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۱۱

ʾIbn Kathīr, ʿImād Al-Dīn ʾAbū Al-Fidāʾ ʾIsmāʿīl ʾIbn ʿUmar Al-Qarashī Al-Dimashqī. *Al-Sīrat Al-Nabawiyyah*. Beirut: Dār ʾIḥyāʾ Al-Turāth Al-ʿArabī, no date. Vol 1, p177. Urdu Daeira maarif Islamiyah, Jild, Muhammad Taool-ul-llah, p11

[3] ابن سعد۔ محمد بن سعد بن منیع البصری، الطبقات الکبریٰ، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۹۶ء: ج۱۰، ص۱۵۱

Ibn Saʿad, Muḥammad bin Saʿad bin Manīʿ Al-Baṣrī. *Al-Ṭabaqāt Al-Kubrā*. Beirut: Dār ʾIḥyāʾ Al-Turāth Al-ʿArabī, 1996. Vol 10, p 151.

[4] طبقات: ایضاً۔ الروض الانف ج۱، ص۱۸۶۔

Al-Ṭabaqāt Al-Kubrā. Ibid. *Al-Rawḍ Al-ʾUnf, vol1, p168*

[5] اردو دائرہ معارف اسلامیہ: جلد محمد الرسول الہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص۱۶

Urdu Daeira maarif Islamiyah, Jild, Muhammad Taool-ul-llah, p16

[6] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۶ء: ج۱، ص۵۵۔ عیون الاثر ۱۹۹ء، تلقیح فہوم اہل الاثر، ص۷

Ibn Saʿad, Muḥammad bin Saʿad bin Manīʿ Al-Baṣrī. *Al-Ṭabaqāt Al-Kubrā*. Beirut: Dār ʾIḥyāʾ Al-Turāth Al-ʿArabī, 1996. Vol1, p 55.
Ibn Al-Jaūzī, ʿAbdul Raḥmān. *Talqīḥ Fuhūm ʾAhl Al-ʾAthar*. Dehli, Hind: Jayyid Barqī Press, no date. P 7.

[7] ابوالفتح، محمد بن محمد بن سیدالناس، عیون الاثر، مکتبہ دارالتراث، مدینہ منورہ، ۱۹۹۲ء: ج۱، ص۹۹۔ عبدالرحمن الجوزی، تلقیح فہوم اہل الاثر، جید برقی پریس، دہلی، ہند: ص۷

ʾIbn Sayyed Al-Nās, ʾAbū Al-Fatḥ Muḥammad bin Muḥammad bin Muḥammad Al-Yaʿmurī. *‘Uyūn Al-ʾAthar Fī Fūnūn Al-Maghāzī Wa Al-Shamā’il Wa Al-Siyar*. Al-

Madīna Al-Munawwara: Maktabah Dār Al-Turath, 1992. Vol 1, p99. Ibn Al-Jaūzī, ʿAbdul Raḥmān. *Talqīḥ Fuhūm ʾAhl Al-ʾAthar*. Dehli, Hind: Jayyid Barqī Press, no date. P7

[8] ابن کثیر، عمادالدین، السیرۃالنبویہ، داراحیاءالتراث العربی، بیروت: ج۱، ص ۲۶۲۔۲۶۸۔ابن ہشام، السیرۃالنبویہ، دارالمعرفہ بیروت۱۹۷۸ج۱، ص ۲۱۴۔ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی، زرقانی، دارالمعرفہ، بیروت ۱۹۹۳ء: ج۱، ص ۲۰۲

ʾIbn Kathīr, ʿImād Al-Dīn ʾAbū Al-Fidāʾ ʾIsmāʿīl ʾIbn ʿUmar Al-Qarashī Al-Dimashqī. *Al-Sīrat Al-Nabawiyyah*. Beirut: Dār ʾIḥyāʾ Al-Turāth Al-ʿArabī, no date. Vol 1, p262-268. ʾIbn Hishām, ʿAbd Al-Malik bin Hishām bin Aayūb Al-Ḥimyarī Al-Maāfirī. *Al-Sīrat Aḷ-Nabawiyyah*. Beirut: Dār Al-Maʿrifah, 1978. Vol 1, p202.

[9] ابوالفتح محمد بن محمد، عیون الاثر، مکتبہ دارالتراث، مدینہ منورہ، ۱۹۹۲ء: ج۱، ص ۱۱۵۔ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی، زرقانی: ج۱، ص۱۹۹

ʾAbū Al-Fatḥ Muḥammad bin Muḥammad bin Muḥammad Al-Yaʿmurī. *'Uyūn Al-ʾAthar Fī Fūnūn Al-Maghāzī Wa Al-Shamā'il Wa Al-Siyar*. Al-Madīna Al-Munawwara: Maktabah Dār Al-Turath, 1992. Vol 1, p199.

[10] القرآن: العلق: ۱۔۵

Al-Quran: Al-Alaq, 1-5.

[11] بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۲۰۰۵ء: ج۱، ص۶، رقم ۳

Al-Bukharī, ʾAbū ʿAbdullāh Muḥammad ʾIbn ʾIsmaʿil. *Al-Jāmeʿ Aḷ-Ṣaḥīḥ*. Beirut: Dār Al-Kutub Al-ʿIlmiyya, 2005. Vol 1, p6, No 3.

[12] بخاری: ج۱، ص۷، رقم ۳۔ابوداودالطیالسی، مسند: ج۲، ص۱۶۹

Al-Bukharī, ʾAbū ʿAbdullāh Muḥammad ʾIbn ʾIsmaʿil. *Al-Jāmeʿ Aḷ-Ṣaḥīḥ*. Vol 1, p7, No 3.

[13] ابوالفتح، محمد بن محمد، عیون الاثر: ج۱، ص ۱۷۲

Abū Al-Fatḥ Muḥammad bin Muḥammad bin Muḥammad Al-Yaʿmurī. *'Uyūn Al-ʾAthar Fī Fūnūn Al-Maghāzī Wa Al-Shamā'il Wa Al-Siyar*. Vol 1, p 172.

[14] ابن حجرالعسقلانی، فتح الباری: ج۸، ص ۹۳۴

Al-ʿAsqallānī, ʾAbū Al-Faḍl ʾAḥmad ʾIbn ʿalī ʾIbn Ḥajar Shahāb Al-Dīn. *Fatḥ Al-Bārī Bi Sharḥ Ṣaḥīḥ Al-Bukhārī*. Karachi: Qadīmī Kutub Khāna, no date. Vol 8, p 934.

[15] ابن ہشام، السیرۃالنبویہ: ج۱، ص ۲۷۷، ۲۸۴، ۲۸۶

ʾIbn Hishām, *Al-Sīrat Aḷ-Nabawiyyah*.vol 1, p 277.284.286

[16] ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی، زرقانی: ج۱، ص۲۶۶۔احمد زینی، السیرۃالنبویہ: ج۱، ص۲۳۸۔۲۳۹

Al-Zarqānī, ʾAbū ʿAbdullāh Muḥammad bin ʿAbd Al-Bāqī. *Sharḥ Al-Zarqānī Li Al-Mawāhib Al-Ludniyah Bi Al-Minaḥ Al-Muḥammadiyah*. Beirut: Dār Al-Maʿrifah, 1993. Vol1, p266.

[17] ابن کثیر، السیرۃ النبویہ: ج ۱، ص ۲۳۹۔۲۴۱۔ شامی: ج ۳، ص ۲۳۹

ʾIbn Kathīr, *Al-Sīrat Al-Nabawiyyah*. Vol 1, p 239-241.

[18] ابن ہشام، السیرۃ النبویہ: ج ۲، ص ۲۲۳

ʾIbn Hishām, *Al-Sīrat Aḷ-Nabawiyyah*. Vol 2, p 223.

[19] محمد بن عبدالوہاب، ص ۱۴۷

Muhammad bin Abdul wahhab, p 147

[20] ابن کثیر، السیرۃ النبویہ: ج ۲، ص ۲۶۰۔۲۶۱۔ حلبی: ج ۲، ص ۲۲۴۔۲۲۵۔ ابن قیم جوزیہ، زادالمعاد، مکتبہ المنار اسلامیہ، کویت، ۱۹۸۷ء: ج ۳، ص ۵۶۔۵۷

ʾIbn Kathīr, *Al-Sīrat Al-Nabawiyyah*. Vol 2 , p260-261. ʾIbn Qayyim Al-Jawzia, Shams Al-Dīn ʾAbū ʿbdillah Muḥammad bin ʾAbī Bakr bin ʾAayūb bin Saʿad Al-Zarʿī Al-Dimashqī. *Zād Al-Maʿād Fī Hadye Khayr Al-ʿIbād*. Kuwait: Maktaba Al-Manār Al-ʾIslāmiya, 1987. Vol 3, p 56-57

[21] ابن قیم جوزیہ، زادالمعاد: ج ۳، ص ۵۶۔۵۷

ʾIbn Qayyim Al-Jawzia, *Zād Al-Maʿād Fī Hadye Khayr Al-ʿIbād*. Vol 3, p 56-57

[22] ابن کثیر، السیرۃ النبویہ: ج ۲، ص ۲۶۱۔ ابوالفتح محمد بن محمد، عیون الاثر: ج ۱، ص ۳۰۴۔۳۰۵۔ ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی، زرقانی: ج ۲، ص ۳۴۱

ʾIbn Kathīr, *Al-Sīrat Al-Nabawiyyah*. Vol 2, p 261. Abū Al-Fatḥ Muḥammad bin Muḥammad. *ʻUyūn Al-ʾAthar, vol 1, p 304-305*. Al-Zarqānī, ʾAbū ʿAbdullāh Muḥammad bin ʿAbd Al-Bāqī. *Sharḥ Al-Zarqānī, vol 2, p 341*.

[23] بخاری: ج ۲، ص ۹۹۷، رقم ۲۷۳۱۔۲۷۳۲

Al-Bukharī, *Al-Jāmeʿ Aḷ-Ṣaḥīḥ*. Vol2, p 997, No: 2731-2732

[24] ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی، زرقانی زرقانی: ج ۳، ص ۳۶، ۳۷۔ حلبی: ج ۲، ص ۶۳۹۔ ابن کثیر، عمادالدین، البدایہ والنہایہ، مطبعہ السعادہ، مصرف، طبع اولیٰ، ۱۹۳۲ء: ج ۴، ص ۱۱۷

Al-Zarqānī, ʾAbū ʿAbdullāh Muḥammad bin ʿAbd Al-Bāqī. *Sharḥ Al-Zarqānī, vol 3, p 36-37*. ʾIbn Kathīr, ʿImād Al-Dīn ʾAbū Al-Fidāʾ ʾIsmāʿīl ʾIbn ʿUmar Al-Qarashī Al-Dimashqī. *Al-Bidāya Wa A-Nihāya*. Egypt: Maktaba Al-Saʿāda, 1932. Vol 4, p 117.

[25] بخاری: کتاب المغازی، باب غزوہ احد۔ ابن سعد۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۸، ص ۴۱۲

Al-Bukharī, *Al-Jāmeʿ Aḷ-Ṣaḥīḥ*. Kitab AL-Maghazi, Bab ghazvat al-uhud. Ibn Saʿad, *Al-Ṭabaqāt Al-Kubrā*. Vol 8, p 412.

[26] بخاری: ج ۳، ص ۱۳۲، رقم ۴۴۳۴، ۴۴۳۳۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، دارالمعرفہ، بیروت: کتاب الجنائز، باب ماجاء ذکر مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Al-Bukharī, *Al-Jāmeʿ Aḷ-Ṣaḥīḥ*. Vol 3, p 133, No: 4434-4433. Ibn Mājah, Muḥammad bin Yazīd. *Al-Sunan*. Kitab al-janaez, baab ma jaa zikr marz-e-rasool lillah, Beirut, no date.

[27] احمد بن محمد بن حنبل، المسند، داراحیاءالتراث العربی، بیروت ۱۹۹۳ء: ج۷، ص۲۶۱۔ شامی: ج۱۲، ص ۲۵۰

ʾIbn Ḥanbal, ʾAḥmad bin Muḥmmad. *Al-Musnad*. Beirut: Dār ʾIḥyāʾ Al-Turāth Al-ʿArabī, no date. Vol 7, p 261.

[28] احمد بن حنبل، المسند: ج۶، ص۳۶۴، رقم: ۲۱۸۲۷، ۲۶۵۵۲

ʾIbn Ḥanbal, ʾAḥmad bin Muḥmmad. *Al-Musnad*. Vol 6, p 364, No: 21827,26552

[29] احمد بن حنبل، المسند: ج۷، ص۵۲۵، رقم۲۶۵۹۵

ʾIbn Ḥanbal, ʾAḥmad bin Muḥmmad. *Al-Musnad*. Vol 7, p 525, No: 26595.